

برسات (اختر شیرانی)

06

مشکل الفاظ و تراکیب کی تفہیم

الفاظ	مفہوم
افق	وہ جگہ جہاں زمین آسمان ملتے دکھائی دیں
نیلی فام	نیلے رنگ کی
کوہسار	پہاڑ۔ سلسلہ کوہ
خندال	مسکراتا ہوا، کھلا ہوا
چمن	باغ
صبا	صبح کی خوش گوار ہوا
بحر	سمندر

(بورڈ 22، 2019ء)

خلاصہ:

گھٹاؤں کی نیلے لباس میں ملبوس پریاں ہوا میں تھر تھراتے ہوئے دھوئیں مچا رہی ہیں۔ باغ اور مختلف پھول تروتازہ ہو گئے ہیں۔ بارش کے قطرے ننھے سیاروں اور موتیوں کی طرح زمیں پر اتر رہے ہیں۔ مسلسل بارش کے بعد چاروں طرف پانی ہی پانی ہونے سے سمندر اور خشکی کا فرق مٹ گیا ہے۔ باغ، بہار، سبزہ زار، وادیاں اور پہاڑ رنگین و رعنا ہو گئے ہیں۔ اے اختر! باغ میں بہار آئی ہے اور صبح کی ہوا پھولوں کو گھٹاؤں کے دوبارہ آنے کی خبر دے رہی ہے۔

☆☆☆☆☆

شعر نمبر 1

گھٹاؤں کی نیلی فام پریاں، افق پہ دھوئیں مچا رہی ہیں
ہواؤں میں تھر تھرا رہی ہیں، فضاؤں کو گدگدا رہی ہیں

تشریح: داؤد خان المعروف اختر شیرانی کا شمار مشہور رومانوی شعرا میں ہوتا ہے۔ نظم برسات میں انھوں نے موسم برسات کی دلکش منظر کشی کی ہے۔ زیر تشریح شعر میں وہ کہتے ہیں کہ دور جہاں زمین اور آسمان ملتے دکھائی دیتے ہیں وہاں سے سرمئی رنگ کے بادل یوں اڑتے ہوئے آرہے ہیں جیسے دور دیس سے پریاں اڑتی، ہنستی، تھقبے لگاتی آرہی ہوں، یہ بادل بالکل پریوں کے انداز میں ہواؤں سے چھیڑ چھاڑ کرتے، ناپچتے اور ماحول سے خوش گوار انداز میں مذاق کرتے بڑھے چلے آرہے ہیں۔

بادل آتے ہیں تو ان کے رنگ سے اندازہ لگایا جاتا ہے کہ برسنے والے ہیں یا یوں ہی گزر جائیں گے، جن بادلوں کا رنگ نیلا ہٹ مائل یعنی سرمئی ہوتا ہے برسنے والے سمجھے جاتے ہیں یہ بادل تیزی سے آتے ہیں اور ان کی تہوں سے مختلف شکلیں بھی بنتی دکھائی دیتی ہیں تو یوں لگتا ہے جیسے پریاں اڑتی ہوئی آرہی ہیں۔ بادل گرجتے ہیں تو لگتا ہے پریاں ہنس رہی ہیں تھقبے لگا رہی ہیں اور ہوا کے ساتھ جب یہ تیزی سے آگے بڑھتے

اور ہر طرف چھاتے دکھائی دیتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے جیسے پریاں ناچ رہی ہوں۔
یہ بادل آتے ہیں تو بچے، جوان، بوڑھے، عورتیں، مرد، کسان، گرمی کے ستائے ہوئے سبھی لوگوں کے چہروں پر خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے
لگتا ہے بادلوں نے ان کے جسم کو انگلیاں چھو کر انھیں ہنسنے پر مجبور کر دیا ہے۔ بادلوں کی ٹھنڈک کا جسم کو چھونا گد گد آنے کے مترادف ہے اور اس
خوش گوار تاثر سے خوش ہونا گویا اس گد گد آنے کا اثر قبول کرنا ہے۔ آسمان پر چہل پہل اور ہنگامے کی سی کیفیت دکھائی دیتی ہے جس سے ماحول
بہت خوش گوار ہو گیا ہے۔ انسانی شخصیت اور اس کے مزاج پر گرد و پیش کا اثر بہت گہرا ہوتا ہے۔ ماحول اگر خوش گوار ہو تو انسان کی ذات پر اس کے
مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

آخر شیرانی کا موقف یہ ہے کہ برسات کے موسم میں افق پر نمودار ہونے والی بدلیاں اتنی خوب صورت دکھائی دیتی ہیں کہ بے ساختہ ہمارے ذہن
میں پریوں کا خیال آتا ہے۔ گویا ان بدلیوں کی خوب صورتی کو ظاہر کرنے کے لیے روزمرہ کی زندگی سے کوئی مثال پیش کرنا ممکن نہیں۔ جیسے آتش نے کہا:
جھومتی آتی ہے مستانہ گھٹا برسات کی
ساتھ کیفیت کے چلتی ہے ہوا برسات کی

شعر نمبر 2:

چمن شگفتہ، دمن شگفتہ، گلاب خنداں، سمن شگفتہ
بنفشہ و نسترن شگفتہ ہیں، پیتاں مسکرا رہی ہیں

تشریح: بادلوں سے باغ، چھوٹی پہاڑی، چنبیلی، بنفشہ اور نسترن تروتازہ ہو گئے ہیں۔ گلاب اور اس کی پیتاں مسکرا رہی ہیں۔
آخر شیرانی بادل آنے کے بعد کا منظر بیان کر رہے ہیں کہ سورج کی گرمی نے باغ اور چھوٹی پہاڑی پر موجود ہر شے کو بے حال اور نڈھال کر دیا
تھا۔ لیکن بادل آنے سے باغ اور چھوٹی پہاڑی پر موجود ہر چیز تروتازہ ہو گئی ہے۔ دراصل جب بادل آتے ہیں تو باغات شگفتہ ہو جاتے ہیں۔
درخت، پودے، پھول، پھل، سب تروتازہ ہو جاتے ہیں، سبزے میں جان پڑ جاتی ہے۔ رنگ اور زیادہ نکھر جاتے ہیں۔ بادل آتے ہیں تو
پہاڑوں کے درمیان چھوٹے چھوٹے میدانوں میں خوش گواریت کا احساس ہوتا ہے۔ بادلوں سے ان وادیوں میں موجود پودے، پھول اور گھاس
ہری بھری ہو جاتی ہے۔

آخر شیرانی کا لے بادلوں کے آنے سے ماحول پر پڑنے والے خوش گوار اثر کا تذکرہ کرتے ہیں کہ پھول، کلیاں، وادیاں، باغ ہر شے
خوشی سے سرشار ہو کر مسکرا رہی ہے۔ گلاب جو نازک ترین پھول ہے دھوپ سے کملا رہا ہوتا ہے تو بادل آتے ہی اس میں بھی تروتازگی آ جاتی ہے
اور وہ مسکراتا محسوس ہوتا ہے۔ جب بادل آتے ہیں تو چنبیلی کا پھول بھی شگفتہ ہو جاتا ہے اور اس کی بھینی بھینی خوشبو میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس کا
نرم و نازک پھول کھل سا جاتا ہے۔ برفانی پہاڑوں میں اور دریاؤں کے کنارے اگنے والی خود رو بوٹی بھی بادلوں کی وجہ سے خوب صورت ہو کر اپنی
بہار دکھا رہی ہے اسی طرح سیوتی کا پھول بھی بادلوں کی وجہ سے خوب صورت لگ رہا ہے۔ غرض بادلوں نے مختلف پھولوں کو جو دھوپ سے
بے جان ہو چکے تھے تروتازہ اور خوش گوار کر دیا۔ اقبالؒ کا کہنا ہے:

پھر چراغِ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن
مجھ کو پھر نغموں پہ اکسانے لگا مرغِ چمن
پھول ہیں صحرا میں یا پریاں قطار اندر قطار
اودے اودے، نیلے نیلے، پیلے پیلے پیرہن

شعر نمبر 3:

(پورڈ 2007)

یہ مینہ کے قطرے چل رہے ہیں، کہ ننھے سیارے ڈھل رہے ہیں
افق سے موتی ابل رہے ہیں، گھٹائیں موتی لٹا رہی ہیں

تشریح: بارش کے قطرے ننھے سیاروں اور چمک دار موتیوں کی طرح زمین پر اتر رہے ہیں، کالے بادل ہیں جو یہ خزانہ تقسیم کر رہے ہیں۔
آخر شیرانی بارش برسنے کے منظر کی تصویر کشی کرتے ہیں۔ جب بارش ہوتی ہے تو آسمان سے بے شمار پانی کی قطرے زمین پر اترنے لگتے ہیں تو ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے آسمان سے ننھے ننھے سیارے زمین پر اتر رہے ہوں۔ آخر شیرانی بارش کے قطروں کو ننھے سیاروں سے تشبیہ دیتے ہیں۔ مینہ کے قطرے یوں پانی میں ٹپکتے ہیں جیسے شریں بچے چھلانگیں لگاتے اور کودتے پھرتے ہیں۔ یہ ننھے قطرے چمکتے ہیں تو لگتا ہے موتی ہوں جو افق کے اس پار کے دیس سے کسی سخی نے تحفے میں بھیجوائے ہوں وہ سخی ان گھٹاؤں کے سوا کون ہو سکتا ہے۔

بارش کے قطرے بادلوں سے یوں زمین پر آ رہے تھے جیسے کوئی مٹھیاں بھر بھر کے موتی لٹا رہا ہو۔ آخر شیرانی استعارے کی مدد سے مینہ برسنے کے عمل کی تصویر کشی کر رہے ہیں۔ کسی بھی صداقت یا حقیقت کو حرف بہ حرف بیان کرنے کے لیے استعارے کا استعمال ناگزیر ہو جاتا ہے۔
بارش کے قطرے بلندی سے زمین کی طرف آتے ہیں تو اس حرکت کو آخر شیرانی سیاروں کی حرکت کی مانند سمجھتے ہیں چوں کہ سیارے روشن بھی ہوتے ہیں تو بارش کے قطروں اور سیاروں میں دوسرا اشتراک دونوں کی چمک دمک ہے۔ اسی طرح موتی بھی چمک دار ہوتے ہیں بلکہ فارسی میں چمک کے لیے آب کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

برسات کا ذکر نظیر اکبر آبادی سے لے کر موجودہ زمانے تک مختلف شاعروں نے مختلف حوالوں سے کیا ہے۔ کہیں اس کا ذکر موسم کی خوش گواری کے ساتھ ہوا ہے، کہیں چٹ پٹے کھانوں کے ساتھ تو کہیں محبت کے جذبات کے حوالے سے۔ جوش ملیح آبادی کی نظم ”ماں جائے کی یاد میں“ بہن بھائی کی محبت کو برسات کے پس منظر میں رکھ کر پیش کیا گیا ہے۔

(پورڈ 2007)

شعر نمبر 4:

نہیں ہے کچھ فرق بحر و بر میں، کھنچا ہے نقشہ یہی نظر میں
کہ ساری دنیا ہے اک سمندر، بہاریں جس میں نہا رہی ہیں

تشریح: بارش کے بعد خشکی اور سمندر کا فرق مٹ گیا ہے۔ ہر طرف پانی ہی پانی ہونے سے ساری دنیا ایک سمندر دکھائی دیتی ہے جس میں بہاریں نہا رہی ہوں۔

بارش کے بعد یوں لگتا ہے ہر جگہ سمندر نمودار ہو گیا ہو۔ پھر خشکی اور تری کا فرق مٹ جاتا ہے۔ ہر طرف پانی ہی پانی دکھائی دیتا ہے اور اس وافر مقدار میں یہ لگتا ہے ساری دنیا ایک سمندر میں تبدیل ہو گئی ہو اور جس طرح لوگ سمندر میں جا کر نہاتے ہیں، غوطے لگاتے ہیں، لطف اندوز ہوتے ہیں اسی طرح بارش کے بعد ہر طرف نمودار ہو جانے والے پانی میں بھی بہاریں، رونقیں، نکھار اور تازگی نہا کر لطف اندوز ہو رہی ہو۔
برسات کے بعد ہر چیز پر نکھار آ جاتا ہے اور خود بخود ایک خوش گواریت کا تاثر ابھرتا ہے وہ اسی پانی سے ابھرتا ہے اس لیے اسے برسات میں نہانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی زندگی کا نقطہ آغاز پانی کو قرار دیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۝ ”اور ہم نے ہر چیز کو پانی سے زندہ کیا۔“

بارش اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک گراں قدر نعمت ہے۔ اگر بارش نہ ہو تو زمین سے زندگی کے آثار ختم ہونے لگیں۔ قحط سالی پھیل جائے اور لوگ ایک ایک دانے کو ترسنے لگیں۔ گویا بارش کا ہونا زندگی کی بقا کے لیے لازمی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ بارش ہونے کے عمل میں ایک خوب صورتی اور دل کشی بھی موجود ہے۔ بعض اوقات جولائی اگست کے مہینے میں جس اتنا بڑھ جاتا ہے کہ سانس لینا دشوار ہو جاتا ہے۔ ایسے

میں ہر شخص کی نگاہیں آسمان پر لگی ہوتی ہیں کہ کہیں کوئی بادل کا ٹکڑا دکھائی دے اور امید ہو کہ مینہ برسنے والا ہے۔ جب ایسے میں موسلا دھار بارش ہو جاتی ہے، چھاجوں پانی برستا ہے، جل تھل ہو جاتا ہے تو انسان روح کی گہرائیوں تک خوشی محسوس کرتا ہے۔ آخر شیرانی کا موقف یہ ہے کہ اتنی زوردار بارش ہو رہی ہے کہ ساری دنیا سمندر میں بدلتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ خشکی اور پانی میں کوئی فرق دکھائی نہیں دیتا اور اس بارش میں پھول، پتے، درخت نہاتے ہوئے بڑے کھلے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں کہ بارش سے مظاہر فطرت کا حسن دوچند ہو گیا ہے۔

شعر نمبر 5:

چن ہے رنگیں، بہار رنگیں، مناظر سبزہ زار رنگیں
ہیں وادی و کوہسار رنگیں، کہ بجلیاں رنگ لا رہی ہیں

تشریح: بارش کے بعد باغ، بہار، سبزہ زار، وادیاں اور پہاڑ رنگین و رعنا ہو گئے ہیں۔ یہ سارے رنگ بجلیوں کی بدولت ہیں۔ باغ ہرے بھرے درختوں، سبزہ اور رنگ برنگ پھولوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ غور کریں تو باغ ہوتا ہی رنگین ہے مگر گرد و غبار ان رنگوں کو دھندلا دیتا ہے۔ اس پر دھوپ جو پودوں کو کھلا دیتی ہے اور ان میں تازگی ختم ہو جاتی ہے مگر یہ بارش ہی ہے جو باغ کو اس کے رنگ اور پودوں کو ان کی تازگی لوٹاتی ہے پورے کا پورا باغ دوبارہ رنگین ہو جاتا ہے تو بہار اپنے حقیقی روپ میں نظر آتی ہے، باغ کیا اس کے ارد گرد میدان، کھیت، وادیاں اور چراگا بھی انہیں رنگوں سے سج جاتی ہیں دور دور تک پھیلے پہاڑی سلسلوں پر رنگوں کی اجرک تن جاتی ہے اور جب بجلی چمکتی ہے تو یوں لگتا ہے جیسے ان رنگوں کو کسی نے مزید چمکا دیا ہو۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے:

پھر چراغِ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن
مجھ کو پھر نغموں پہ اکسانے لگا مرغِ چمن
پھول ہیں صحرا میں یا پریاں قطار اندر قطار
اودے اودے، نیلے نیلے، پیلے پیلے پیرہن

زندگی کے آغاز اور بقا کے لیے پانی انتہائی اہم چیز ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ زندگی کا نقطہ آغاز پانی کو قرار دیتا ہے۔ نباتات ہوں، حیوانات ہوں، انسان ہوں پانی کے بغیر ان کا باقی رہنا ممکن نہیں لیکن پانی کی اس حیاتی ضرورت سے قطع نظر جب یہ پانی بارش کی صورت میں بادلوں سے گھر رہا ہو ہر شے بڑی خوب صورت دکھائی دیتی ہے۔ وہ وادیاں ہوں یا پہاڑی سلسلے، ہرے بھرے میدان ہوں یا باغ، پھول ہوں یا پودے، بارش میں اور بارش ہونے کے بعد مظاہر فطرت کی خوب صورتی بارش کے پانی سے دھل کر بڑھ جاتی ہے۔

آخر شیرانی کا موقف یہ ہے کہ برسات ہونے پر جس طرف بھی نظر دوڑائیں ہر منظر خوب صورت دکھائی دیتا ہے۔ گویا ساری کائنات بہار کے موسم میں دیدہ زیب ہو جاتی ہے۔

موسموں اور جغرافیائی حالات کا بھی بڑا گہرا تعلق ہوتا ہے۔ میدانی علاقوں میں سورج کی تمازت گرمیوں میں تکلیف دہ حد تک بڑھ جاتی ہے۔ برفانی علاقوں میں سردیوں کا موسم ناقابل برداشت ہو جاتا ہے لیکن برسات کا موسم ایسا موسم ہے کہ انسان جہاں کہیں بھی ہو ہر منظر خوب صورت لگتا ہے۔

شعر نمبر 6:

چن میں آخر بہار آئی، لہک کے صورت ہزار آئی
صبا گلوں میں پکار آئی، اٹھو گھٹائیں پھر آ رہی ہیں

مفہوم: اے آخر باغ جو لو کے تھپڑے سہہ سہہ کر نہ ہال ہو گیا تھا اور دھوپ نے اس کے چہرے کے خدو خال دھندلا دیے تھے، باغ کا جو بن، جوانی اور تازگی برسات نے لوٹا دی ہے اس طرح ہوا کا ہر جھونکا ہر طرح کی خوشبوئیں لیے چلا آ رہا ہے۔ ٹھنڈی ہوا بھی پھولوں سے اٹھیلیاں کرتی پھر رہی ہے۔